ہمیں یقین ہے کہ ایک شمس کے بدلے اللہ تعالیٰ ہزاروں اور شمس عطا فرمائے گا

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۴؍اکتوبر ۱۹۶۶ء بمقام مسجد مبارک۔ ربوہ)

☆ شمس صاحب کی وفات سے بے شک ہمیں صدمہ پہنچا ہے۔

☆ جب ہم میں سے ایک شخص جاتا ہے تو اُس کی جگہ اور کئی اللہ تعالیٰ ہمیں عطاء کرتا ہے۔

☆ شمس صاحب کی خدمات کی حضرت مصلح موعودؓ کے دل میں بڑی قدر تھی۔

☆ جانے والا ہمیں بہت پیارا تھا لیکن جس نے بُلایا وہ ہمیں سب سے زیادہ پیارا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ ہمیں اُس گروہ میں شامل کرے جو ’’خالد‘‘ بننے والے ہیں۔

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات قرآنیہ کی تلاوت فرمائی۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُوالْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝

(الرحمٰن : ۲۷، ۲۸)

اس کے بعد فرمایا:۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو بیماریوں اور امراض کے لئے شفا قرار دیا ہے۔ یہ کتاب عظیم انسان کی اخلاقی بیماریوں کو بھی دور کرتی ہے اس کی روحانی بیماریوں کو بھی دور کرتی ہے اور ان زخموں کے لئے بھی جو انسان اپنی فطرت اور طبیعت کے تقاضا کے مطابق محسوس کرتا ہے اور اسے تکلیف پہنچاتے ہیں بطور پھایہ کے کام آتی ہے۔

ہمیں کل اپنے ایک اچھے دوست پایہ کے عالم، خدا اور اس کے رسول ﷺ کے عاشق اور احمدیت کے فدائی کی جدائی کا صدمہ پہنچا ہے۔ اور فطرتاً ہمیں اس سے غم اور دکھ محسوس ہوتا ہے۔ لیکن ہم خدا تعالیٰ کی کتاب کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے اپنے رب سے تسکین حاصل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان دو آیات میں جو میں نے ابھی پڑھی ہیں فرماتا ہے کہ

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُوالْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝

زمین پر ہر چیز جو پائی جاتی ہے وہ فنا ہونے والی ہے۔ سوائے ان باتوں اشیاء اور وجودوں کے جنہیں اللہ تعالیٰ باقی رکھنا چاہے وہ خدا ذوالجلال بھی ہے اور ذوالاکرام بھی ہے۔ ان دونوں آیات میں اللہ تعالیٰ نے ایک ہی وقت میں اعلان فنا بھی کیا ہے۔ اور اعلان بقا بھی کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بعض چیزوں کو کلیتاً فنا ہونے سے محفوظ رکھا ہے۔ اور اس نے ان چیزوں کو اپنی مشیت کے ماتحت ایک بقا عطا کی ہے۔

قرآن کریم کے مطالعہ سے ہمیں معلوم ہوتا ہے اور جو دو آیات میں نے پڑھی ہیں وہ بھی مختصراً اس کی طرف اشارہ کر رہی ہیں کہ ایک تو انسان کی روح مرنے کے بعد بقا حاصل کرتی ہے اور دوسرے قرآن کریم سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اعمال صالحہ کو بھی باقی رکھتا ہے۔ غرض اللہ تعالیٰ ان دونوں آیات میں فرماتا ہے کہ ہر چیز جو اس دنیا میں ہے۔ آخر یہاں سے چلی جائے گی۔ نہ انسان یہاں رہے گا کہ وہ بھی فانی ہے اور نہ اس کے اعمال۔ جہاں تک مرنے والے کی ذات کا تعلق ہے اس دنیا میں باقی رہیں گے بلکہ وہ اعمال مرنے والے کے ساتھ ہی دوسرے جہان میں لے جائے جائیں گے۔ کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍo وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُوالْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِo ہر چیز جو زمین پر پائی جاتی ہے فانی ہے۔ سوائے ان اشیاء اور وجودوں کے جنہیں خدا تعالیٰ باقی رکھنا چاہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان آیات کے ایک معنی تفسیر صغیر (صفحہ ۷۱۲) میں یہی کئے ہیں کہ اس سرزمین پر جو کوئی بھی ہے آخر ہلاک ہونے والا ہے اور صرف وہ بچتا ہے۔ جس کی طرف تیرے جلال اور عزت والے خدا کی توجہ ہو۔

پس وہ لوگ اپنے ان اعمال کے ساتھ جن کے ذریعہ وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کے جلال کو دنیا میں قائم رکھنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بقا حاصل کرتے ہیں۔ یعنی ان کو بقا حاصل ہوتی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں (جیسا کہ قرآن کریم نے بتایا ہے) صاحب عزت وہی ہوتے ہیں جو صاحب تقویٰ ہوں جیسا کہ فرمایا۔

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ (الحجرات: ۱۴) یعنی خدا تعالیٰ کی نگاہ میں وہی عزت پاتے ہیں جو قرآن کریم کے بتائے ہوئے اصول تقویٰ کی باریک راہوں پر گامزن ہوتے ہیں اور رضائے الٰہی کی باعزت جنتوں میں اللہ تعالیٰ ان کا ٹھکانہ بناتا ہے۔ پس یہاں ایک طرف یہ فرمایا کہ اس دنیا میں نہ کسی شخص نے باقی رہنا ہے اور نہ جہاں تک اس کی ذات کا تعلق ہے اس کے اعمال نے باقی رہنا ہے اور دوسری طرف یہ فرمایا کہ یہاں کی زندگی کے خاتمہ کے ساتھ تم پر کلی فنا وارد نہیں ہوگی بلکہ تمہاری ارواح کو دوسرے اجسام دے کر ایک دوسری دنیا میں زندہ رکھا جائے گا۔ اس لئے بے فکر نہ ہونا یہ سمجھتے ہوئے کہ مرنے کے ساتھ تمہارا معاملہ خدا تعالیٰ سے کلیۃً کٹ چکا ہے وہ کٹا نہیں بلکہ اے انسانو اور اے آدم زادو! تمہارے ساتھ ہمارا واسطہ ابد تک قائم رہے گا۔ تمہاری ارواح کو ہم نے زندہ رکھنا ہے۔ یہ خدائے

ذوالجلال اور ذوالاکرام کا فیصلہ ہے۔

’’وَجۡهُ رَبِّكَ‘‘ کے ایک معنی یہ ہیں کہ وہ اعمال جو انسان اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر اور اس کی توجہ اور رضا کو جذب کرنے کے لئے بجا لاتا ہے۔ تو یہاں یہ فرمایا کہ انسان کے تمام اعمال ہلاک کر دئے جاتے ہیں سوائے ان اعمال کے جن کے ذریعہ انسان اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کی خواہش رکھتا ہو جو خالصۃً خدا تعالیٰ کے لئے کئے گئے ہوں۔ اس کی رضا جوئی میں بجالائے گئے ہوں ایسے اعمال پر فنا وارد نہیں ہوتی۔

جو اعمال ایسے نہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان پر ہمارے منشاء اور قانون کے مطابق فنا وارد ہو جاتی ہے ایسے اعمال کی فنا اور ان کے نیست و نابود کئے جانے کے متعلق جو باتیں ہمیں معلوم ہوتی ہیں وہ یہ ہیں کہ ایک تو خدا تعالیٰ ایسے اعمال کے بجالانے والوں کو اس دنیا میں ہی سزا دے کر ان کے بعض اعمال کو باطل کر دیتا ہے۔ یعنی کچھ بد اعمال ایسے ہوتے ہیں کہ انسان کو ان کی سزا اس دنیا میں ہی مل جاتی ہے اور اُخروی زندگی میں ان کی سزا پھر اسے نہیں ملتی۔ ہاں دوسرے ایسے بد اعمال کی سزا اسے اُخروی زندگی میں ملتی ہے جن کی سزا اسے اس دنیا میں نہیں مل چکی ہوتی۔

دوسرے خدا تعالیٰ ایسے بد اعمال کو اس طرح بھی ہلاک کرتا ہے کہ ان کا وہ نتیجہ نہیں نکلتا جو ان کے بجالانے والے نکالنا چاہتے ہیں۔ مثلاً وہ اعمال جو خدا تعالیٰ کے رسول اور اس کے سلسلوں کو ہلاک کرنے اور انہیں مٹانے کے لئے منکرین بجا لاتے ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ بے نتیجہ کر دیتا ہے اور اس طرح ان معنوں کی رو سے ان پر ہلاکت اور فنا وارد ہو جاتی ہے۔

تیسرا طریق ان بد اعمال کو فنا کرنے کا خدا تعالیٰ نے یہ رکھا ہے کہ وہ ان اعمال اور ان کے بجا لانے والوں کو جہنم میں ڈال کر ان بد اعمال کو فنا کر دیتا ہے۔ اسی لئے رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جہنم پر ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ اس میں کوئی انسانی روح نہیں رہے گی۔ (کنز العمال صفحہ ۲۴۰ مصری) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام انسان چاہے وہ کتنے ہی گنہ گار کیوں نہ ہوں۔ چاہے وہ کتنے ہی خدا تعالیٰ کو ناراض کرنے والے کیوں نہ ہوں ان کے بد اعمال جہنم میں جا کر ایک وقت میں ہلاک اور فنا ہو جائیں گے۔ کیونکہ یہ بات تو ماننے کے قابل نہیں کہ بد اعمال فنا بھی نہ ہوں اور ان کے ساتھ ایک شخص کو ایک وقت تک جہنم میں رکھا جائے اور دوسرے وقت میں اسی شخص کو انہی بد اعمال کے ساتھ جنت میں لے جایا

جائے۔غرض جہنم بھی بداعمال کی ہلاکت کا ایک ذریعہ ہے۔

اس کے مقابلہ میں وہ اعمال صالحہ جن سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کی جاتی ہے۔ اور جنہیں فنا فی الرسول کے ذریعہ اور تقویٰ کی ان باریک راہوں پر گامزن ہو کر بجالایا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمائی ہے۔ان کی بقا کے بھی مختلف طریق ہیں۔ذاتی طور پر اس شخص کے اعمال جو وفات پا جاتا ہے۔ جہاں تک اس کی ذات کا تعلق ہے اس دنیا میں باقی نہیں رہتے۔اور اس طرح ان اعمال پر بھی اس فرد کے ساتھ ہی ایک فنا وارد ہو جاتی ہے۔لیکن جس طرح اس کی روح کو زندہ رکھا جاتا ہے۔اسی طرح ان نیک اعمال کو بھی اللہ تعالیٰ اس کے لئے زندہ رکھتا ہے۔اور صرف زندہ ہی نہیں رکھتا بلکہ انہیں بڑھاتا رہتا ہے۔ وہ ان سے بیج کا کام لیتا ہے اسی لئے جنت کی نعماء نہ ختم ہونے والی ہیں۔ جیسا کہ فرمایا۔

عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ (ھود:۱۰۹)

یعنی ان نعماء پر کبھی فنا وارد نہیں ہوتی وہ باقی رہتی ہیں اور باقی رہیں گی۔جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ ایمان باغوں کی شکل میں اور اعمال صالحہ نہروں کی شکل میں......اُخروی زندگی میں باقی رکھے جاتے ہیں۔یعنی وہ افراد جن کی روحوں کو خدا تعالیٰ نے اپنی رضا کے عطر سے ممسوح کیا۔ان کی روحوں کے ساتھ ان کے اعمال صالحہ بھی باقی رکھے جاتے ہین جن سے وہ ابدالآباد تک فائدہ حاصل کرتے رہیں گے۔

اعمال صالحہ کی بقاء کا دوسرا طریق جو ہمیں اسلام میں نظر آتا ہے وہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ دنیا میں کسی سلسلہ کو قائم کرتا ہے اس لئے کہ وہ اس کی عظمت اور اس کے جلال کو قائم کرے تو اس برگزیدہ جماعت کو بحیثیت جماعت اللہ تعالیٰ کی راہ میں فنا ہونے کی وجہ سے اس دنیا میں بھی ایک لمبا عرصہ عزت کی زندگی عطا کی جاتی ہے اور صالحین کا بدل پیدا کر کے ان اعمال صالحہ کو اس وقت تک کہ اس قوم اور سلسلہ کی ہلاکت کا وقت آ جائے انہیں قومی بقاء عطا کرتا ہے۔غرض يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ وہ اعمال جو خدا تعالیٰ کی رضا کی خاطر کئے جاتے ہیں جن میں غیر کی ملونی نہیں ہوتی۔جنہیں انسان بےنفس ہو کر اپنے اوپر عجز انکسار نیستی اور فنا طاری کر کے۔خود کو کچھ نہ سمجھ کر بلکہ اپنے ربّ کو ہی سب کچھ سمجھتے ہوئے۔اس کی نعمتوں کو حاصل کرنے کے لئے کوشش اور مجاہدہ کر کے بجالاتا ہے انہیں اس

رنگ میں اس قوم میں باقی رکھا جاتا ہے کہ جب اس کے بعض افراد اس دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں تو ان کے بعض قائم مقام کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور اس طرح اللہ تعالیٰ اس قوم میں ان اعمال صالحہ کا ایک لمبا سلسلہ قائم کر دیتا ہے۔ ہمارے جو بھائی کل ہم سے جدا ہوئے ہیں ان کا مقام اسی معنی میں جماعت میں قائم مقام کے طور پر بھی تھا۔ یعنی جب بعض بزرگ تر ہستیاں جماعت سے جدا ہوئیں تو خدا تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے جماعت احمدیہ میں ایسے لوگوں کو کھڑا کر دیا کہ جنہیں گو مرنے والوں کی زندگی میں وہ مقام وجاہت، مرتبہ اور علم حاصل نہ تھا جو مرنے والوں کا تھا۔ لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے انہیں پہلوں کا سا مقام وجاہت، مرتبہ اور علم دے دیا۔ چنانچہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

’’حافظ روشن علی صاحب مرحومؓ۔ میر محمد اسحاق صاحبؓ اور مولوی محمد اسماعیل صاحبؓ...... ان میں سے ایک (حضرت مولوی محمد اسماعیل صاحبؓ) کتابوں کے حوالے یاد رکھنے کی وجہ سے اور باقی دو اپنے مباحثوں کی وجہ سے جماعت میں اتنے مقبول ہوئے کہ مجھے یاد ہے کہ اس وقت ہمیشہ جماعتیں یہ لکھا کرتی تھیں کہ اگر حافظ روشن علی صاحبؓ اور میر محمد اسحاق صاحبؓ نہ آئے تو ہمارا کام نہیں چلے گا۔ حالانکہ چند مہینے پہلے حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی میں انہیں کوئی خاص اہمیت حاصل نہ تھی۔ میر محمد اسحاق صاحب کو تو کوئی جانتا بھی نہ تھا۔ اور حافظ روشن علی صاحب گو جماعتوں کے جلسوں پر آنے جانے لگ گئے تھے مگر لوگ زیادہ تر یہی سمجھتے تھے کہ ایک نوجوان ہے جسے دین کا شوق ہے اور وہ تقریروں میں مشق پیدا کرنے کے لئے آ جاتا ہے مگر حضرت خلیفہ اولؓ کی وفات کے بعد چند دنوں میں ہی خدا تعالیٰ نے وہ عزت اور رعب بخشا کہ جماعت نے یہ سمجھا کہ ان کے بغیر اب کوئی جلسہ کامیاب ہی نہیں ہوسکتا۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد جب ادھر میر محمد اسحاق صاحب کو انتظامی امور میں زیادہ مصروف رہنا پڑا اور ان کی صحت بھی خراب ہوگئی۔ اور ادھر حافظ روشن علی صاحب وفات پا گئے تو کیا اس وقت بھی کوئی رخنہ پڑا اور اس وقت اللہ تعالیٰ نے فوراً مولوی ابوالعطاء صاحب اور مولوی جلال الدین صاحب شمس کو کھڑا کیا اور جماعت نے محسوس کیا کہ یہ پہلے کے علمی لحاظ سے قائم مقام ہیں‘‘۔ (الفضل قادیان ۱۹؍نومبر ۱۹۴۰ء)

پس الٰہی سلسلے اپنے بزرگوں کے وصال کے بعد ان سے جدا ہو کر صدمہ اور غم تو محسوس کرتے ہیں لیکن یہ درست نہیں (اگر کوئی ناسمجھ خیال کرے) کہ کسی جانے والے کے بعد اس کی وجہ سے الٰہی سلسلے کے کام میں کوئی رخنہ پیدا ہو سکتا ہے یا رخنہ پیدا ہو گیا ہے کیونکہ جب تک اللہ تعالیٰ اپنے قائم کردہ سلسلہ کو بقا اور زندگی عطا کرنا چاہتا ہے۔ اس وقت تک ایک شخص کے اعمال پر فنا وارد کرنے کے بعد وہ دوسرے افراد کھڑے کر دیتا ہے جو اسی قسم کے اعمال صالحہ بجالاتے ہیں اور اپنے لئے اور جماعت کے لئے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے والے ہوتے ہیں۔

ہمارے بزرگ ہمارے بھائی ہمارے دوست مکرم مولوی جلال الدین صاحب شمس ہم سے جدا ہوئے۔ خدا کی رضا کی خاطر انہوں نے اپنی زندگی کو گزارا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے اپنی وفات کے بعد خدا تعالیٰ کی ابدی رضا کو حاصل کیا۔ ان کی وفات کے بعد خدا تعالیٰ خود اس سلسلہ میں ایسے آدمی کھڑے کرے گا جو اسی خلوص کے ساتھ اور جو اسی جذبہ فدائیت کے ساتھ اور جو اسی نور علم کے ساتھ جو اسی روشنی فراست کے ساتھ سلسلہ کی خدمت کرنے والے ہوں گے جس کے ساتھ مکرم مولوی جلال الدین صاحب شمس نے سلسلہ کی خدمت کی تھی۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کا سلوک ہمارے ساتھ ایسا ہی چلا آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ابھی یہ منشا نہیں۔ اور خدا کرے کہ اس کی کبھی یہ منشا نہ ہو کہ وہ اس جماعت کو ہلاک اور تباہ کر دے کیونکہ اس سلسلہ نے جسے خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے ابھی وہ کام پورے نہیں کئے جو اس کے سپرد کئے گئے تھے ابھی غیر مذاہب کے ساتھ عظیم جنگ جاری ہے۔ عیسائیوں، یہودیوں، ہندوؤں، لامذہب اور بدمذہب اقوام کے خلاف روحانی جنگ ہو رہی ہے۔ اور اس جنگ میں ابھی ہمیں آخری فتح حاصل نہیں ہوئی۔ ہماری جماعت کے پھیلاؤ کے ساتھ اور ہماری بڑھتی ہوئی ضرورتوں کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ پہلے سے زیادہ اہل اور اس کی رضا میں محو ہونے والے اور اس کے نور سے حصہ لینے والے ایسے جرنیل پیدا کرتا چلا جائے گا جو اسلام کی اس فوج کو بہترین قیادت عطا کریں گے۔ ان کو آخری کامیابی کی طرف درجہ بدرجہ نہایت خاموشی کے ساتھ (کہ جہاں تک ان کے نفوس کا تعلق ہے ایسے نفوس بے نفس ہوتے ہیں) اور عظیم شان کے ساتھ (جو جہاں تک نتائج کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے ایسے بندوں کو عطا کرتا ہے۔) اس فوج کو اسلام کی آخری فتح کی طرف لے جانے والے ہوں گے جس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے۔

پس ہمارے دل اپنے ایک دوست کی جدائی کی وجہ سے بے شک دکھی ہیں کیونکہ انسان کی فطرت ہی ایسی واقع ہوئی ہے کہ وہ جانے والے کے فراق کے نتیجہ میں دکھ محسوس کرتا ہے لیکن جہاں تک سلسلہ احمدیہ کا تعلق ہے ایک شمس غروب ہوا تو اللہ تعالیٰ ہزاروں شمس اس پر چڑھائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کا فضل اس جماعت کو اس وقت تک حاصل ہوتا رہے گا جب تک یہ جماعت اور اس کے افراد اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے فضلوں اور اس کی برکتوں اور اس کی رحمتوں کے حصول کے اہل بنائے رکھیں گے۔ وہ قربانیاں دیتے رہیں گے اور ایثار کا نمونہ دکھاتے رہیں گے جو صحابہؓ نے خدا تعالیٰ اور اس کے محبوب محمد رسول اللہ ﷺ کے لئے دکھایا تھا۔ غرض ہم دکھی بھی ہیں اور اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ رکھنے والے بھی ہیں کہ وہ سلسلہ کے کاموں میں کوئی رخنہ نہیں پڑنے دے گا جس کے نتیجہ میں یہ جماعت کمزور ہو۔ جیسا کہ سلسلہ کے پہلے جانے والے بزرگوں کے بعد اس نے شمس صاحب جیسے آدمی کھڑے کر دیئے۔ اسی طرح وہ شمس صاحب کے جانے کے بعد شمس صاحب جیسے آدمی کھڑے کر دے گا۔

مکرم شمس صاحب نے جو خدمات سلسلہ کی کی ہیں ان کی حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں بڑی قدر تھی۔ چنانچہ جب شمس صاحب انگلستان سے واپس تشریف لائے تو حضورؓ نے اس پیشگوئی کہ سورج مغرب سے طلوع کرے گا کا ایک بطن آپ کو بھی قرار دیا۔ آپ نے فرمایا۔

”رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی مغرب سے طلوع شمس کا ایک بطن اس وقت شمس صاحب کے ذریعہ پورا ہوا جبکہ وہ مغرب سے آئے“۔

(الفضل قادیان ۱۷؍اکتوبر ۱۹۴۶ء)

کیونکہ صحیح معنی اس پیشگوئی کے یہ تھے کہ مغربی اقوام جو ہیں وہ اسلام کی حقانیت اور صداقت کا عرفان حاصل کریں گی اور نبی کریم ﷺ کی غلامی میں آنا اپنے لئے عزت کا باعث سمجھیں گی۔ اس کوشش میں جو بھی حصہ لیتا ہے وہ اسی شمس کا ایک حصہ ہے۔ ایک ظل ہے ایک پرتو ہے۔ جس کے متعلق نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ وہ مغرب سے چڑھے گا۔ غرض جب آپ انگلستان سے واپس آئے تو چونکہ وہی کام آپ نے وہاں کیا تھا۔ جو اس پیشگوئی میں درج ہے۔ اس لئے حضور نے فرمایا۔ کہ اس کا ایک بطن شمس صاحب کا مغرب میں قیام اور وہاں سے واپس آنا بھی ہے۔

پھر شمس صاحب کے سپرد جب تصنیف و اشاعت کا کام کیا گیا تو حضرت مصلح موعودؓ نے اس پر

خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ اور فرمایا

’’پھر تصنیف و اشاعت کا محکمہ ہے۔ یہ کام نیا شروع ہوا ہے۔ لیکن ایک حد تک اس کی اٹھان بہت مبارک ہے۔ شمس صاحب نے اس کام میں جان ڈال دی ہے‘‘۔

(رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۵۲ء صفحہ ۳۰، ۳۱)

جو شخص خدا تعالیٰ کے لئے زندہ ہو۔ وہ ہر اس کام میں زندگی پیدا کر دیتا ہے۔ جسے وہ خدا تعالیٰ کے نام پر اور اس پر بھروسہ کرتے ہوئے شروع کرتا ہے۔ پھر شمس صاحب کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے’’ خالد‘‘ کا خطاب بھی دیا

حضور نے جلسہ سالانہ ۱۹۵۶ء کی تقریر میں فرمایا:۔

’’ایک بات میں یہ کہنی چاہتا ہوں۔ کہ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کی خلافت کے وقت جب حملے ہوئے تو حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا۔ کہ مغرور مت ہو۔ میرے پاس خالد ہیں جو (دلائل سے) تمہارے سر توڑ دیں گے۔ مگر اس وقت سوائے میرے کوئی خالد نہیں تھا۔ صرف میں ایک شخص تھا۔ چنانچہ پرانی تاریخ نکال کر دیکھ لو۔ صرف میں ہی ایک شخص تھا۔ جس نے آپ کی طرف سے دفاع کیا اور پیغامیوں کا مقابلہ کیا۔ اور ان سے چالیس سال گالیاں سنیں۔ لیکن باوجود اس کے کہ ایک شخص ان کی طرف سے دفاع کرنے والا تھا۔ پھر بھی اللہ تعالیٰ نے اس کی زبان میں برکت دی۔ اور ہزاروں ہزار آدمی مبائعین میں آ کر شامل ہو گئے۔ جیسا کہ آج کا جلسہ ظاہر کر رہا ہے۔ مگر یہ نہ سمجھو۔ کہ اب وہ خالد نہیں ہیں اب ہماری جماعت میں اس سے زیادہ خالد موجود ہیں۔ چنانچہ شمس صاحب ہیں۔ مولوی ابو العطاء صاحب ہیں عبدالرحمٰن صاحب خادم ہیں۔ یہ لوگ ایسے ہیں۔ کہ جو دشمن کا منہ توڑ جواب دے سکتے ہیں اور دیں گے انشاء اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ ان کی قلم میں اور ان کے کلام میں زیادہ سے زیادہ برکت دے گا‘‘۔ (الفضل ربوہ ۱۵؍ مارچ ۱۹۵۷ء)

اب ان تین دوستوں میں سے جنہیں اس وقت حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خالد قرار دیا تھا۔ دو اپنے ربّ کو پیارے ہو چکے ہیں۔ تیسرے کی زندگی اور عمر میں اللہ تعالیٰ برکت ڈالے اور لمبا عرصہ انہیں خدمت دین کی توفیق عطا کرتا رہے اور اللہ تعالیٰ ان کے لئے یہ مقدر کرے۔ کہ وہ بے نفس ہو

کر اور دنیا کی تمام ملونیوں سے پاک ہو کر خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنے وقت کو اور اپنے علم کو اور اپنی قوتوں کو خرچ کرنے والے ہوں۔ دوستوں کو یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ جماعت میں صرف تین خالد تھے۔ جن میں سے دو وفات پا چکے ہیں۔ اب کیا ہوگا خدا تعالیٰ کا ہمارے ساتھ یہی طریق رہا ہے۔ کہ جب ہم میں سے ایک شخص جاتا ہے تو ہمیں اس کی جگہ ایک نہیں ملتا۔ بلکہ دو۔ پانچ یا دس آدمی اس کے مقابلہ میں وہ ہمیں عطا کرتا ہے۔ اس کی نعمتوں کے خزانے غیر محدود ہیں۔ اور ضرورت حقہ کے مطابق وہ اپنی قدرتوں اور اپنی طاقتوں سے اتنے آدمی پیدا کر دیتا ہے۔ جتنے آدمیوں کی ہمیں ضرورت ہوتی ہے۔

خدا تعالیٰ نے جماعت کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے بہت سے نئے خالد پیدا کرنے ہیں ہمارے لئے سوچنے اور غور کرنے کا یہ مقام ہے اور ہمیں دعا کرنی چاہئے۔ کہ خدا تعالیٰ ہماری کمزوریوں کو نظر انداز کر کے ہمیں اس گروہ میں شامل کرے۔ جو خالد بننے والے ہیں۔ جو اس کی نگاہ میں خالد قرار دیئے جانے والے ہیں اور جو اس کے دشمنوں کو منہ توڑ جواب دینے والے ہیں۔ جن کی تقریروں اور تحریروں میں خدا تعالیٰ اپنے فضل سے برکت دینے والا ہے جن کی تقریروں اور تحریروں سے دنیا فیض حاصل کرنے والی ہے۔ دنیا سکون حاصل کرنے والی ہے دنیا ان راہوں کا عرفان حاصل کرنے والی ہے۔ جو راہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کی طرف لے جانے والی ہیں جانے والا ہمیں بہت پیارا تھا لیکن جس نے اسے بلایا وہ ہمیں سب دنیا سے زیادہ پیارا ہے ہم اس کی رضا پر راضی ہیں اور ہم اس پر کامل توکل اور بھروسہ رکھتے ہیں۔ کہ وہ ہمارے اس جانے والے بھائی سے پیار اور محبت کا سلوک کرے گا۔ اور اس سے یہ امید رکھتے ہیں کہ جب ہماری باری آئے اور ہمیں اس طرف سے بلاوا آئے۔ تو وہ ہم سے بھی محبت اور پیار کا سلوک کرے گا۔ پھر ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس جماعت میں ہزاروں مخلص نوجوان پیدا کرتا چلا جائے کہ جب وہ اس کے پاس پہنچیں تو ان کے ساتھ بھی وہی محبت پیار کا سلوک ہو جو محبت اور پیار کا سلوک شمس صاحبؓ کو ملا۔ جو محبت اور پیار کا سلوک میر محمد اسحاق صاحبؓ کو ملا جو محبت اور پیار کا سلوک حافظ روشن علی صاحبؓ کو ملا اور جو محبت اور پیار کا سلوک مولوی عبدالکریم صاحبؓ کو ملا۔ رضوان اللّٰہ علیھم اللّٰھم آمین۔

(مطبوعہ روزنامہ الفضل ربوہ ۱۹؍اکتوبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۲ تا ۵)

☆......☆......☆